استاذ الاساتذہ حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد رضوی طاب ثراہ

سید محمد محسن، ایم۔اے۔، بی۔ٹی۔، وزیر گنج لکھنؤ

کس قدر مسعود وہ ساعت تھی کہ جب خلاقِ عالم نے ۱۳۱۶ ہجری میں جناب باقر العلومؒ کو وہ فرزند عطا فرمایا جو علم وعمل، زہد و ورع میں ان کی یادگار ثابت ہوا۔ انھوں نے اس فرزند کا نام سیّد محمد رکھا اور کنیت 'ابوالمکارم' قرار دی۔ شاید یہ انہیں کی زبان مبارک کا نتیجہ تھا کہ یہ نومولود بڑھ کر مکارمِ اخلاق سے آراستہ ہوا۔

سید محمد صاحب ایک ایسے گھرانے کی فرد تھے جس کی فضا میں علوم دینیہ کے چرچے رچے اور بسے ہوئے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سی باتوں کا علم بغیر پڑھائے ہوگیا۔ عالم طفولیت میں اپنے بزرگوں اور عزیزوں سے ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں، باقر العلوم کے فیض تعلیم وتدریس نے تحصیل علم کے شوق کو اور تیز وتند کردیا، جب ذرا بڑے ہوئے تو مدرسۂ سلطان المدارس میں جو اس زمانہ میں حسینیۂ آصفی میں تھا، تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ ۱۳۳۹ھ میں صدر الافاضل کی سند حاصل کی۔ ۱۳۴۰ھ میں مزید تعلیم کے لئے عراق تشریف لے گئے سات سال تک حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں تحصیل علم کرتے رہے اور وہیں سے اجازۂ اجتہاد حاصل کیا۔ آپ کے اشہر اساتذہ آقا سید ابوالحسنؒ اصفہانی اور شیخ عبدالحسین رشتیؒ جیسے باکمال حضرات کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

مرحوم نے تقریباً سات بار زیارت مشاہد مقدسہ کے لئے سفر فرمایا اور ہر مرتبہ کئی کئی سال وہیں مقیم رہے۔ آٹھ اولادیں ہوئیں یعنی ۲ لڑکیاں اور ۶ لڑکے جن میں سے تین یعنی ایک لڑکی اور دو لڑکے نجف اشرف میں تولد ہوئے جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ ۸ میں سے صرف ۲/اولادیں زندہ ہیں یعنی ایک دختر جو تقریباً ۵ سال ہوئے کہ دنیا سے اٹھ گئیں اور جن کی جدائی کا داغ جناب مرحوم اپنے ساتھ لیتے گئے۔ صرف ایک اولاد نرینہ مولانا سید محمد تقی صاحب رضوی بقید حیات ہیں۔ وہ بھی مثل اپنے پدر نامدار کے بہت سے اوصافِ حمیدہ کے حامل ہیں اور اپنی والدۂ محترمہ کی پیری کا عصا ہیں۔

مولانا تحصیلِ علم سے فارغ ہونے کے بعد جب عراق سے پہلی بار لکھنؤ آئے تو ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگئے جس کے لئے علاج کا سلسلہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر ہکّو صاحب (جو مدت ہوئی کہ دنیا سے اٹھ گئے) لکھنؤ میں نئے نئے آئے ہوئے تھے، ان کا علاج کیا گیا۔ باقر العلومؒ کا نورانی چہرہ دیکھ کر وہ ان کے بندۂ بے دام ہوگئے اور بڑی توجہ سے علاج کیا، ڈاکٹر موصوف کی تشخیص بہت صائب اور گویا پتھر کی لکیر ہوتی تھی۔ دوا، پرہیز اور احتیاط پر حسب مشورہ عمل ہوتا رہا اور بالآخر شافیِ مطلق نے اس بیماری سے مکمل شفا عطا فرمائی۔ وہ اس مرض سے تو نجات پا گئے لیکن آگے چل کر آنت اترنے کے مرض میں گرفتار ہوگئے۔ ہاضمہ بھی کمزور پایا تھا۔ ان دونوں مرضوں کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ نحیف و لاغر ہوتے چلے گئے۔ آخر عمر میں قلبی دوروں کی بیماری نے بھی گھیر لیا تھا جس کا

آغاز ۱۶ر جنوری ۱۹۷۲ء کے پہلے حملہ سے شروع ہوا۔

مرحوم اپنے والد کی وفات کے بعد ۱۹۲۸ء میں ان کی جگہ پر مدرسۂ سلطان المدارس میں پرنسپل کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ کچھ سال تک کامیابی اور نام ونمود کے ساتھ یہ خدمت انجام دی تھی کہ شوق زیارات وحصولِ علم نے بے چین کر دیا متولی صاحبانِ وقف حسین آباد کی خواہش تھی کہ آپ مدرسہ ہی کی خدمات انجام دیتے رہیں لیکن ان کے اصرار سے مجبور ہوگئے۔ چنانچہ چار سال کی رخصت لے کر کربلائے معلیٰ تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں ان کے عم نامدار جناب ہادی الملتؒ ان کے قائم مقام رہے۔ چونکہ آپ کو مدرسہ سے ایک خاص انس وشغف تھا اس لئے اپنے وہاں جو ملازمت آپ کو دی جارہی تھی پسند نہ فرمائی اور مدرسہ کی کشش نے لکھنؤ آنے پر مجبور کر دیا اور اس خدمت دین کو بہت انہماک سے انجام دیتے رہے۔ آپ کو فقہ و اصولِ فقہ ہی سے دلچسپی نہ تھی بلکہ ادب، تاریخ، منطق و فلسفہ میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ فارسی ادب سے بھی لگاؤ تھا اور فارسی انشاء میں ایک خاص اسلوب کے مالک تھے جیسا کہ ان کے ایک نامور شاگرد نے خیال ظاہر کیا، تدریس میں وہ کمال حاصل تھا کہ کم سے کم الفاظ میں ہر گتھی کو سلجھا کر طلبہ کے ذہن نشین کر دیتے تھے اور آپ کی اس شانِ ایجاز پر تفصیل قربان تھی۔ آپ نے مذہب، دین اور مدرسہ کی جو خدمات انجام دیں وہ پوشیدہ نہ تھیں، بلکہ عراق کے اہل علم بھی اس سے باخبر تھے اور بڑی مستحسن نظر سے دیکھتے تھے۔ جب ہی تو آقائے محسنِ حکیمؒ کو ان کے آخری سفر عراق میں ۱۹۶۹ء میں یہ کہنا پڑا کہ آپ ہند تشریف لے جائیں اور خدماتِ دین انجام دیں کیونکہ ہند کو آپ کی گراں قدر خدمات کی ضرورت ہے۔ مجبوراً مدرسۂ کی طرف اور تعمیل حکمِ آقائے محسن حکیمؒ میں تن تنہا مراجعت فرمائی اور مولانا سید محمد تقی صاحب اور اپنی اہلیہ محترمہ کو وہیں چھوڑنا پڑا۔ ان کی علمیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھنؤ اور علی گڑھ کی یونیورسٹیوں نے کچھ خدمات آپ کے سپرد فرمائیں اور ممتحن اور ممبر وغیرہ بھی نامزد کئے جاتے رہے۔

آپ کے بے شمار شاگرد ہندوستان، پاکستان، کشمیر اور افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں عظیم المرتبت علماء اور خطباء کی کثیر تعداد ہے۔ اشہر تلامذہ میں آقائے شریعت مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ۔ مولانا سید ظفر الحسن صاحب، مولانا سلیمان عباس صاحب، مولانا سید وصی محمد صاحب، مولانا سید علی صاحب (برادر خورد)، مولانا سید علی نقوی صاحب، مولانا ڈاکٹر کلب صادق صاحب، مولانا سید شبیہ الحسن صاحب نونہروی وغیرہ اور مرحومین میں مولانا سید محسن نواب صاحب اور مولانا سید حسین صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اگر چہ مدرسہ کی خدمت سے جولائی ۱۹۷۲ء میں بوجہ علالت وضعف وناتوانی سبکدوش ہوگئے تھے لیکن پھر بھی اسے دامے، درمے، قدمے، سخنے امداد فرماتے رہے۔ اس زمانہ میں بھی طالبانِ علم کی علمی پیاس بجھاتے رہے اور طلّابِ مدرسہ کے لئے وظائف وغیرہ کی فکر فرماتے رہے۔ بالآخر مرحوم نے ایک طویل علالت کے بعد ۲۹ رذی الحجہ ۱۳۹۴ھ ساڑھے پانچ بجے شام کو داعی اجل کو لبیک اس وقت کہا جب محرم ۱۳۹۵ھ کے لئے شبیہ روضۂ سید الشہداء جناب کے شریعت کدہ پر لائی جاچکی تھی اور جس کی زیارت نے مرحوم کے دل میں پرانی یادوں کو پھر تازہ کر دیا تھا۔ مرحوم کا جسدِ خاکی یکم محرم ۱۳۹۵ھ کو امامباڑہ حضرت غفرانمآبؒ میں ایک حجرہ میں سونپ دیا گیا ہے، کیونکہ باوجود متعدد بار زیارات مشاہد مقدسہ کی

سعادت حاصل کرنے کے اب بھی زیارت کے اس قدر متمنی تھے کہ جو شخص بھی جناب مرحوم کی علالت کے زمانہ میں بغرض عیادت و مزاج پرسی جاتا تو وہیں کے حالات بیان فرماتے کہ خداوندعالم مجھے اتنی طاقت دے دے کہ میں ایک بار پھر زیارت بجالاسکوں۔ چونکہ یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہ گئی تھی اس لئے اس کو پورا کرنے کے لئے اب بعد انتقال مرحوم کی لاش ارض مقدس ہی میں سپرد لحد کی جائے گی۔

ان کے اخلاق کی نمایاں صفات، راست بازی، صاف گوئی، انکسار، مذہبیت، احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونا اور عزلت نشینی تھی۔ انھیں اپنے بزرگوں کی طرح شہرت حاصل کرنے سے خلقی منافرت تھی اور امراء وغرباء کا احترام فرماتے تھے۔

احیاء العلوم، ج ا ص ۴۰ پر ایک حدیث رسولؐ ہے جس کا ترجمہ اس ضمن میں نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا ترجمہ یہ ہے:

''کہ علماء خدا کے بندوں پر امین ہیں جب تک وہ بادشاہوں سے میل جول نہ کریں اور جب وہ ایسا کریں تو تم لوگ ان سے بچو اور کنارہ کرو اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی خیانت کی۔

اور سفیان ثوری سے اسی صفحہ میں یہ حدیث ہے:-

''کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں وہی لوگ رہیں گے جو بادشاہوں کی ملاقات کو جایا کرتے ہیں''۔

سعید ابن مسیّب کہتے ہیں کہ:-

''جب تم لوگ یہ دیکھو کہ کوئی عالم کسی بادشاہ کی ملاقات کو جاتا ہے تو اس سے پرہیز کرو اور یہ سمجھو کہ وہ چور ہے''۔

چنانچہ جناب مرحوم جو زہد و ورع میں ایک ممتاز درجہ کے حامل تھے بغیر جواز شرعی کسی صاحب دولت و ثروت کے پاس نہیں گئے اور ایسے اتفاقات بھی زندگی میں کم پیش آئے۔

امور شرعیہ میں طبیعت بہت محتاط پائی تھی۔ آخر عمر میں یہ احتیاط اس قدر بڑھ گئی تھی کہ خمس و زکوٰۃ وغیرہ کی رقم لینے سے معذرت فرماتے تھے کہ تقسیم میں کوئی غلطی نہ ہوجائے۔ جس کی وجہ سے ماخوذ الذمہ ہونا پڑے اور صاف فرمادیتے تھے کہ یہ خدمت کسی اور کے سپرد فرمائیے۔ اس پاکیزگی نفس کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:-

افریقہ کی سپریم کونسل کے سیٹھ ابراہیم بھائی صاحب نے ایک رقم کثیر جناب کو پیش کرنا چاہی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ رقم اعلم زمانہ کو پیش فرمائیے۔ موصوف نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ یہ رقم حضور ہی صرف میں لائیں۔ وہاں روپیہ کی کمی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم ہندوستان ہی میں صرف ہو۔ اگر حضور قبول نہ فرمائیں گے تو میں حضرتؑ سے شکوہ کروں گا کہ آپ کے نائب نے قبول نہیں فرمائی۔ کمالِ احتیاط نے پھر بھی اجازت نہ دی کہ وہ اس خواہش کو قبول فرماتے کیونکہ اپنے صرف کے لیئے کوئی شرعی جواز نہ پایا اور یہ بھی خوف تھا کہ رقم کا کچھ حصہ غیر مستحقین کو بھی نہ پہنچ جائے۔

مرحوم کی رفعت و منزلت کے سلسلہ میں تین واقعے بطور نمونہ ازخروارے لکھنے پر اکتفا کی جاتی ہے:-

نمبر-۱

مرحوم کے ساتھ حضرت باقر العلوم کربلائے معلٰی میں قیام پذیر تھے۔ باقر العلوم کی خدمت میں ان کے مکان کے مہتمم نے جو کرایہ پر اٹھتا تھا، چھ سو روپیہ کرایہ کے لا کر دیئے۔ ان کی رحلت کا زمانہ قریب تھا جس کا علم ہو چکا تھا۔ آپ نے وہ رقم سیّد محمد صاحب کو دینا چاہی۔ انہوں نے فرمایا آپ ہی اپنے پاس رکھیں اس لئے کہ آپ جلد ہی لکھنؤ مراجعت فرمانے والے ہیں سفر میں کام آئے گی لیکن حضرت باقر العلوم نے

جواب دیا کہ نہیں تم رکھ لو۔تم کو ضرورت پڑے گی۔'' مجبوراً انہوں نے وہ رقم رکھ لی لیکن جب چند ہی دن بعد ان کے والد کا انتقال ہوا تو مرحوم کے جملہ کا مطلب سمجھ میں آیا۔

نمبر-۲

دوسرا واقعہ بھی سرزمین عراق ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ زمانہ وہ ہے کہ جناب مرحوم کو جلد ہی اپنے والد کا داغ مفارقت اٹھانا ہے۔ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ خود حرم مطہّر میں ہیں اور اس کے اندر ان کے والدِ نامدار کی قبر بنی ہوئی ہے جس پر بیٹھے بے تابانہ رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ کیا غضب ہوگیا۔میری تعلیم میں بھی خلل پڑے گا۔اسی اثناء میں آپ نے سنا کہ ضریح اقدس سے ایک آواز آئی ''کہ کیوں روتے ہو ان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہوسکتا تھا کہ میں نے ان کو اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے جوار میں جگہ دی۔تم جس طرح تحصیلِ علم میں مشغول ہو اسی طرح مشغول رہو''۔ ہر چند آپ نے چاہا کہ اس خواب کی تعبیر وہاں کے کسی عالم سے معلوم کریں لیکن جب بھی سامنا ہوتا تھا تو فراموش کر جاتے تھے۔ یہ خواب دیکھنے کے کچھ دن بعد جب حرم میں تشریف لے گئے تو گویا طلسماتی طور پر ان کے جدامجد جناب ابوالحسن صاحب مرحوم کا وہ صحیفہ جسے وہ بہت عزیز رکھتے تھے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے کھو گیا باوجودیکہ اس کی بازیافت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن وہ نہ ملنا تھا نہ ملا لیکن جب کچھ ہی دن بعد جناب باقر العلوم کا انتقال ہوا تو تعبیر خواب مل گئی۔

مرحوم کے علوئے مرتبت کے ایک اور واقعہ کے بیان پر مضمون کو ختم کرتا ہوں:-

زمانہ قدیم سے لکھنؤ میں دریا کے کنارے نیمۂ شعبان کو ایک بڑے پیمانہ پر صحبت فضائل ہوتی ہے اور صبح کو نماز جماعت جس کے لئے مشہور ہے کہ امام عصرؑ تشریف لاتے ہیں، تقریباً پانچ سال ہوئے کہ ایک لڑکی نے جس کی عمر اس وقت ۷-۶ سال کی تھی دریا کے پل پر سے دیکھا کہ نیچے دریا کے کنارے پر کچھ لوگ بیٹھے وضو کر رہے ہیں اور انہیں لوگوں میں ایک صاحب ہیں جن کے سر پر عمامہ، رخ پر نقاب اور عبا زیبِ دوش ہے، آستینیں الٹی ہوئی ہیں اور وہ بھی وضو فرما رہے ہیں، لیکن (لڑکی کے الفاظ میں) سوکھا، سوکھا وضو، اور یہ عجیب بات تھی کہ اور لوگ تو آپس میں ہم کلام ہوتے تھے لیکن وہ نہ کسی سے بولے اور نہ کوئی ان سے، یہاں تک کہ لوگ وضو سے فارغ ہوکر نماز پڑھنے کے لئے چلے لیکن پھر وہی حالت کہ نہ وہ کسی سے بولے اور نہ کوئی ان سے۔جب اذان ختم ہوئی تو جناب سیّد محمد صاحب (جس نے ان کو اپنی والدہ سے اپنے طریقہ پر حلیہ بیان کرکے اور محلہ کی مجلس ومحفل وغیرہ میں شرکت کے حوالہ سے بتایا) نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور یہ صاحب نقاب بھی ان کے برابر داہنی طرف کھڑے ہوگئے، جب سب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو منتشر ہوکر ادھر ادھر جانے لگے، یہ صاحب بھی ایک طرف روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر تک نظر آتے رہے اور پھر غائب ہوگئے۔اس لڑکی کو سوکھے وضو پر بڑی حیرت تھی۔

اس نے گھر آکر اپنی والدہ سے یہ قصہ بیان کیا اور سوکھے وضو کا تذکرہ کیا، کچھ بزرگ عورتیں بھی موجود تھیں۔ انہوں نے کہا کہ وہاں ہر سال امام زمانہؑ آتے ہیں، تم نے انہیں کی زیارت کی ہے۔یہ قصہ محلہ میں مشہور ہوا۔جب جناب مرحوم سے راقم الحروف نے اس کا تذکرہ کیا کہ کیا آپ نے بھی زیارت کی تھی یا کوئی خاص کیفیت محسوس کی تھی تو جواب میں فرمایا کہ نہ تو زیارت میسّر ہوئی اور نہ کوئی خاص اثر پایا۔کیا خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس نماز جماعت میں شریک تھے۔ ✿✿✿